ابتدائیہ

ہم آئے روز کسی نہ کسی طرف سے اردو زبان میں بعض الفاظ کے متبادل نہ ہونے کے مسئلے پر کچھ نہ کچھ سنتے رہتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں ایک اس سے بھی زیادہ بڑے اور سنگین مسئلے کی طرف اہلِ دانش توجہ کیوں نہیں فرماتے اور اگر فرماتے ہیں تو اس پر اتنی بھی کُڑھن کیوں کہیں نظر نہیں آتی جتنی مہنگائی یا لوڈ شیڈنگ کے مسئلے پر ہوتی ہے، حالانکہ یہ مسئلہ بھی کم سنگینی نہیں رکھتا۔

۱۔ یہ درست ہے کہ دنیا کی اکثر زبانوں کی طرح اردو میں بھی بعض مطالب کے لیے کچھ متعین الفاظ کا نہ ہونا بعید از امکان و قیاس نہیں ہے۔ اردو کی اس کمی کو انگریزی سے لفظ لے لینے (جو کہ عیب نہیں) سے پہلے اپنی مقامی زبانوں کے ذخیرہ الفاظ سے پورا کرنا چاہیے۔

۲۔ لیکن دوسرا اور سنگین مسئلہ، جو علمی سے زیادہ نفسیاتی ہے، یہ ہے کہ ہماری زبان میں بے شمار الفاظ ایسے بھی ہیں جو ابھی چند دہائیاں پہلے تک ہماری روز مرہ زندگی میں بلا تکلف مستعمل تھے اور ہماری ہر ضرورت کو پورا کر رہے تھے مگر پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ انکی جگہ منوں کے حساب سے انگریزی الفاظ و مرکبات ہمارے منہ اور زندگی میں داخل ہونا شروع ہوگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ہمارے خوبصورت ذخیرہ الفاظ کو ایک طرح سے چاٹ لیا۔

یوں تو اسکی مثالیں ہمارے ہر گوشہ حیات میں بے حد وحساب ہیں مگر ہم صرف اپنے گھر باہر، باورچی خانوں اور رسوئی گھروں میں کھانے پینے کی اشیا کے ناموں اور ان سے زیادہ اپنے کھانوں پکوانوں کی تراکیب و پکوائی کیلیے مروج الفاظ پر ہی ایک سرسری سی نظر ڈال لیں تو اندازہ ہوجائے گا کہ ہم اپنے کتنے ہی مقامی و دیسی الفاظ سے بہ سرعت محروم ہوتے جارہے ہیں۔ اس میں تو چلیے ہم اپنے معاشرے میں جنگلی کھمبیوں کی طرح اُگے ٹی وی چیلنز کو قصوروار ٹھہرا دیں گے کہ جنکے صبح کے پروگراموں میں کھانے پکانے کی "ریسپیز" نے ہمیں چمچ کو سپون، نمک کو سالٹ اور لہسن کو گارلک کہنے پر لگا دیا ہے ہماری سڑک اب روڈ، گلی اسٹریٹ، گھر ہوم بن چکے ہیں۔ گھروں میں بیٹھک اور دیوان اب ڈرائنگ روم، باورچی خانہ کچن، کھانے کی میز اب ڈائننگ ٹیبل ہے۔ مگر اس بات کے لیے ہم کسے دوشی ٹھہرائیں گے کہ اب گلی محلے اور بازاروں کی دکانوں تک پہ ہمیں ملک اینڈ دہی شاپ، بوٹ اینڈ چپل ہاوس لکھا نظر آتا ہے۔ حجام کی دکان اب باربر شاپ ہے قصائی بیف اینڈ مٹن فروش اور موچی شُومیکر ہے۔

اور آگے بڑھیے تو تعمیرات سے متعلق دکانیں تعمیراتی سامان/مسالہ فروش کے بجائے کنسٹرکشن میٹیریل سیل کرتی نظر آئیں گی۔ اب تو نہایت کم پڑھے لکھے یا ان پڑھ مستری مزدور بھی میسن اور لیبر کہلاتے ملتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہمارے عام کرخنداروں نے بیسیوں آلات کاری گری کو "اُردوا کر plier کو پلاس اور wrench کو پانا بنا کر وہ کام کر دکھایا جس کیلیے بعد میں مقدرہ قومی زبان جیسے ادارے بنانے پڑے تھے۔ مگر اب تو گاڑیوں کے مستری موٹر میکینک، چپ کش، ڈنٹر اور رنگ ساز اور رنگ کار پینٹر کہلانے لگے ہیں۔

اردو میں بعض اشیا و تصوارت و مطالب کی ادائیگی کیلیے الفاظ کے فقدان کا گلہ ضرور کرنا چاہیے مگر پہلے اس المیے کے اسباب کو تو کھوجنا ضروری ہے کہ اردو میں موجود سیکڑوں روز مرہ کے الفاظ کو ہم کیوں اور کس مجبوری کے سبب بھولتے جا رہے ہیں؟

شان الحق حقی کے بعد مشتاق احمد یوسفی ہمارے اس المیے پر رونے والے آخری ایسے نثر نگار رہ گئے ہیں جو ہماری اردو کے مرتے گمشدہ ہوتے ذخیرہ الفاظ پر نوحہ گری کیا کرتے تھے۔ یوسفی صاحب نے آبِ گم میں رنگوں کے لیے اردو کے بیسیوں ایسے الفاظ کی فہرست دی ہے جن میں سے اکثر اب ہمارے لیے اجنبی ہو چکے ہیں اور ان کیلیے اب ہم کسی احساس شرمندگی کے بغیر

انگریزی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ قرمزی نارنجی شربتی رنگوں کو آج کون جانتا ہے؟ اودے پیلے نیلے رنگ سے بھی، خدا جھوٹ نہ بلوائے تو بہت جلد اقبال کا شعر

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

پڑھنے والے پریوں کے عاشق ہی واقف رہ جائیں گے

مقصد اس ساری درازنفسی سے یہ ہے کہ اردو میں بعض اشیا وتصوارت ومطالب کی ادائیگی کیلیے الفاظ کے فقدان کا گلہ ہمیں ضرور کرنا چاہیے مگر پہلے ہم اس الیے کے اسباب کو تو کھوج لیں کہ اردو زبان میں موجود سیکڑوں ہزاروں روزمرہ کے الفاظ کو ہم کیوں اور کس مجبوری کے سبب بھولتے جا رہے ہیں؟

اسکی صرف اور محض ایک وجہ ہے اور وہ ہے اپنی زبان کے لیے احساسِ کمتری اور انگریزی کے الفاظ اور جدید لائف اسٹائل کے مقابل اپنے مقامی و دیسی اسلوبِ حیات وثقافتی اقدار کے لیے احساسِ ندامت وشکست۔

جب افراد و اقوام میں اپنے تہذیبی ورثے اور اقدار سے جُڑی علامات کے لیے ایک خاص طرح کی "عصبیت (یاد رہے یہ لفظ یہاں مثبت معنی میں استعمال ہو رہا ہے) باقی نہ رہے تو اس قوم کی حیثیت گردابِ وقت میں تھپیڑے کھاتی بن مانجھی کی ناو جیسی رہ جاتی ہے جسکی ناغرقابی ایک معجزہ ہی سمجھیے۔

دوسری زبانوں سے نت نئے الفاظ کو تخلیقی مہارتوں کے ساتھ اپنانے اور اور اپنے روایتی ذخیرہ الفاظ کو مردہ ہونے سے بچانے کیلیے اگر ہم میں وہ خاص عصبیت اور خوابوں کو حقیقت بنانے والے فولادی عزم کی کمی رہے گی تو یقین جانیے کہ اپنا کوئی لفظ و علامت ہماری روزمرہ زندگی میں کبھی چلن نہیں پاسکتا۔ الفاظ و اشیا کے پیچھے اگر انکو عمل میں مروج رکھنے اور چلن میں برقرار رکھنے کا ارادہ کمزور پڑ جائے تو دنیا بھر کے دائرۃ المعارف اور لغت ہائے مشرق ومغرب بھی ہمیں گونگا ہونے سے نہیں بچا سکیں گے۔

تحقیقی وتنقیدی رسائل کی بھرمار اور نت نئے تنقیدی نظریات کے پُرزور مگر غیرمحسوس بہاؤ میں بہتے جانے کے دور میں ہمیں اپنی زبان کے ذخیرہ الفاظ کو زندہ ومروج کرنے کے احساس کو باقی رکھنے کے لیے ہمیں کچھ سوچنا چاہیے اور اردو میں واقعی جن الفاظ کا فقدان ہے انہیں سب سے پہلے اپنی مقامی زبانوں کے الفاظ سے ثروتمند کرنا چاہیے اور پھر انگریزی یا کسی بھی زبان کے الفاظ بھی گھڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆☆☆

معیار کا شمارہ نمبر ۷ حاضر ہیں حسب روایت اس دفعہ بھی اس میں تحقیق وتنقیدی مضامین کی ایک بڑی تعداد شامل کی جا رہی ہے اور محض بڑے ناموں پر اکتفا کرنے کے بجائے نئے لکھنے والوں کے مقالات کے انتخاب پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ یہ HEC کے قواعد کے مطابق نئے محقق کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور علمی دنیا میں ان کے تعارف کا ذریعہ بھی ہے۔

مدیر
عزیز ابن الحسن